محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم، وحامل القرآن غیر الغالی فیہ ولا الجافی عنہ، واکرام السلطان المقسط۔

(سنن ابی داؤد)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عمر رسیدہ مسلمان کی عزت کرنا، اور اس حافظِ قرآن کی تعظیم بجا لانا جو اس میں کمی بیشی سے کام نہ لیتا ہو۔ اور عادل بادشاہ کی توقیر کرنا، اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

یہ حدیث اپنے مطالب کی ادائیگی میں بالکل واضح ہے اور اس کے الفاظ اپنے معنی و مفہوم کو ادا کرنے میں قطعی صاف ہیں۔ حدیث نے وضاحت کر دی ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی عزت مسلمان پر ضروری ہے اور وہ اللہ کے احکام کی پابندی اور صحیح طور سے اس کی تعظیم کے فرائض سے اسی صورت میں سبکدوش ہو سکتا ہے جبکہ وہ ان تین قسم کے افراد کی عزت کرے گا۔

۱۔ وہ مسلمان جس کی تمام عمر احکامِ اسلام کی بجا آوری اور اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت میں گزر گئی، وہ حیاتِ مستعار کی آخری منزل میں پہنچ گیا، لیکن اس نے کبھی اسلام کی رہنمائی سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کیا۔ اس کی زندگی کا ہر گوشہ اور اس کی حیاتِ دنیوی کا ہر پہلو ہمیشہ اسلام اور اس کے اوامر و نواہی کی بنیادی ذمہ داریوں کی تکمیل میں مصروف رہا۔ ایسے شخص کی عزت نہایت ضروری ہے۔ جو شخص اللہ کے اس نیک بندے کی عزت کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کی عزت کرتا ہے اور جو اس کی بے عزتی یا ذلت کے درپے ہے، وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی توہین و رسوائی کا مرتکب ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا نمبر اس حافظِ قرآن یا حاملِ قرآن کا ہے، جو قرآنِ حکیم کے احکام اور مضامین بلا کم و کاست بیان کرتا ہے۔ اس فرض کی انجام دہی میں وہ اتنا دیانت دار ہے کہ افراط و تفریط سے بالا ہو کر بات کرتا ہے۔ نہ وہ اپنی طرف سے کچھ بڑھاتا ہے اور نہ کسی کی رعایت اور کسی کو خوش کرنے کی غرض سے اصل مضمون کے کسی حصے میں کمی بیشی کرتا ہے۔ وہ صحیح معنی میں حاملِ قرآن اور مبلغ احکامِ الٰہی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا اصل مقصد اسی کو قرار دے لیا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی خوش بخت ہے اور اس کی عزت بدرجہا غایت ضروری ہے۔ چونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر رکھا ہے، اس لیے اس کی

عزت، اللہ کی عزت ہے اور اس کی ذلت، اللہ کے احکام کی توہین کے مترادف ہے، جو شدید سزا کا موجب ہوگی۔

۳- تیسرا درجہ اس بادشاہ کا ہے جو حق و انصاف کے معاملے میں کسی کی رو رعایت نہیں کرتا، جس کے تمام تر فیصلے عدل و انصاف کی میزان میں تُل کر صادر ہوتے ہیں۔ نہ وہ کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ ظالم کو معافی کے قابل سمجھتا ہے، اس کا ہر قدم جادۂ حق پر ہے اور وہ قسط و عدل کی سیدھی راہ پر گامزن ہے۔ وہ بادشاہت اور اختیارات کی اونچی مسند پر فائز ہونے کے باوجود حق کا حامی اور ظلم کا دشمن ہے، اور وہی کام کرتا ہے جس کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ یعنی اس نے اپنے آپ کو کلیتہً اسلام کے حوالے کر رکھا ہے۔ اس شخص کے احترام و اکرام کے حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ بادشاہ یا صاحبِ اقتدار ہے بلکہ اس لیے کہ وہ عادل بادشاہ اور منصف حکمران ہے۔ اس کی عزت، اللہ کے احکام و فرامین کی عزت ہے۔

یاد رہے، حدیث میں سلطان یا بادشاہ کا جو لفظ آیا ہے، اس سے مراد ان معروف اور مشہور معنی میں بادشاہ یا سلطان نہیں ہے۔ جو واقعتہً کسی سلطنت یا مملکت کے تخت و تاج کا مالک ہو، بلکہ اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو کسی معنی میں بھی با اختیار ہے اور کسی ایسی مسند پر متمکن ہے جہاں اس سے عدل و انصاف اور ظلم و ستم دونوں کا صدور ممکن ہے۔ وہ بادشاہ بھی ہو سکتا ہے، وزیر بھی ہو سکتا ہے، چیف جسٹس بھی ہو سکتا ہے، جج اور مجسٹریٹ بھی ہو سکتا ہے، عالم دین بھی ہو سکتا ہے اور کوئی دیگر اہل کار اور حاکم بھی ہو سکتا ہے۔ وہ چھوٹے درجے کا ہو یا بڑے درجے کا۔

یہ تین قسم کے لوگ ہیں، جو عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ وہ جہاں موجود ہوں، سمجھ لینا چاہیے کہ وہاں اللہ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے اور اس کی برکتوں کا مینہ برس رہا ہے۔ اور جہاں یہ خوش قسمت لوگ نہ ہوں یا ہوں تو ان کی عزت و توقیر کے جائز حدود کا خیال نہ رکھا جاتا ہو اور ان کو لائقِ اعتنا نہ سمجھا جاتا ہو تو کہنا چاہیے کہ وہاں بدقسمتی اور بدنصیبی نے ڈیرے ڈال لیے ہیں — جو لوگ ان کے احترام سے گریزاں ہیں، وہ اللہ کے معتوب ہیں —